

# غزلیاتِ اقبال

الفبائی ترتیب سے



مرتب

شکیب آحمد



sarbakaf.com

**SARBAKAF PUBLICATIONS**

# غزلیاتِ اقبال

الفبائی ترتیب سے

مرتب

شکیب احمد



Sarbakaf.com

SARBAKAF PUBLICATIONS

(A Part of Sarbakaf Group)

## تفصیلات

نام	:	غزلیاتِ اقبال - الف بانی ترتیب سے
زبان	:	اردو
شاعر	:	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال
مرتب	:	فقیر شکیب احمد
ایڈیشن	:	اول
سن اشاعت	:	مئی ۲۰۱۸ء / رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ
زمرہ	:	شعر و ادب Literature
شائع کردہ	:	سر بکف پبلیکیشنز
ویب	:	Sarbakaf.com

تنبیہ: اس کتاب کو بلا اجازت تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنا منع اور اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

”سر بکف“ سے رابطہ

ای میل

SarbakafGroup@gmail.com

وہاٹس اپ / موبائل

+918956704184

This book has been published by publisher, founder & owner Shakeeb Ahmad. All Rights Reserved.

## عرض مرتب

اقبال کی غزلوں میں خاص بات یہ ہے کہ ہر شعر اپنے اندر معانی کا ایک جہان سموئے ہوئے ہے۔ آپ صرف ایک شعر پڑھیں، یقین کریں وہ آپ کا موڈ بدل دینے کے لیے کافی ہو گا۔ منفرد بخور کا انتخاب اور لاجواب الفاظ کا چناؤ اقبال کے کلام کو دیگر شعراء سے ظاہراً ممتاز کرتی ہیں تو باطناً مضامین کلام اور موضوعات سخن ماہ الامتیاز ہیں۔ کلیات میں سے تمام غزلیں (وہ غزلیں جو کلیات میں غزل کے عنوان سے ہیں اور وہ بھی جو نظموں کے درمیان آگئی ہیں) یکجا کرنے پر کل تعداد ۱۵۹ بنتی ہے، جن میں اقبال نے کل بخور استعمال کی ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ کوئی نئی بخور نہیں، بلکہ کثیر الاستعمال بخور ہیں۔ ہر چند کہ ان بحروں کا استعمال قدیم شعراء نے بھی کیا، لیکن لہجے کی جو توانائی اقبال کے یہاں ملتی ہے وہ فقید المثال ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ الفاظ و تراکیب اتنی خوبصورت ہیں کہ قاری ایک لمحے کو کسی نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے... وہ دنیا جس کی منظر کشی اقبال کا کلام کرتا ہے۔ اقبال نے غزل کو زلف و رخسار کی قید سے نکال کر ایک نئی جہت بخشی اور دین محمدی ﷺ کے پیغام کو پہنچانے کا واسطہ بنایا۔ بقول مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ

”وہ باوجود اتنا بڑا مشہور شاعر ہونے کے شاعر نہیں ہے بلکہ اپنے پیام سے مقام نبوت کی جانشینی کا حق ادا کر رہا ہے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اقبال شناس ہو جائیں!“

عرصے سے خواہش تھی کہ اقبال کی غزلوں کو جمع کروں، اور ترتیب کچھ یوں ہو کہ فوری طور پر کسی بھی غزل تک پہنچنا ممکن ہو سکے۔ کبھی کسی غزل کا شعر یاد آیا اور وہ غزل مکمل پڑھنے کی خواہش ہوئی، کبھی مصرع ثانی ذہن میں ہے اور مصرع اولیٰ یاد نہیں آ رہا، یا یہ کہ ایک مصرع یاد آنے پر دیکھنا چاہا کہ یہ ایک مخصوص غزل کا حصہ ہے یا نہیں... غرض کہ یہی پریشانیاں اس ترتیب کی محرک بنیں۔

ترتیب دینے کے بعد نظر ثانی کے لیے استاد محترم اعجاز عبید (الف عین) کو بھی پریشان کیا۔ چچا جان نے ہر بار کی طرح مصروفیات کے باوجود شفقت فرمائی اور تجاویز سے نوازا۔ اللہ استاد جی کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ زیر نظر کتاب میں استعمال کیا گیا کلیات اقبال کا نسخہ ”بزم اردو لائبریری“ سے لیا گیا ہے؛ انٹرنیٹ پر اردو یونیورسٹی کتب کا عظیم پلیٹ فارم، جو استاد محترم کی جواں ہمتی کی شاہکار مثال ہے۔

واضح رہے کہ غزلوں کو اگرچہ الف بائی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے، لیکن یہ صرف (Strictly) مصرع ثانی کے آخر حرف کی بنیاد پر ہے۔ یعنی آپ کلیات سے ”الف“ پر ختم ہونے والی غزلیں ڈھونڈیں تو جس ترتیب سے وہ کلیات میں آئی ہوں گی اسی ترتیب سے آپ یہاں بھی پائیں گے۔ اگلے نسخے میں فقیر نے فرہنگ کا اضافہ کرنے کا سوچا ہے تاکہ مشکل الفاظ کے معانی کے لیے بار بار لغت کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے۔ تمام غزلوں کا فقیر نے بغور مطالعہ کیا ہے، قاری کی سہولت کے لیے اعراب کا خصوصی خیال رکھا ہے اور حتی الوسع کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ پھر بھی بحیثیت بشر غلطی کا امکان بعید از قیاس نہیں ہے۔ آپ کا حق ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جاسکے، ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

شکيب احمد

۲۲ رمضان ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۸ جون ۲۰۱۶ء

بروز منگل 7:55 بجے صبح

## فہرست

13	الف	1. کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا	14
		2. زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گنگو کا	15
		3. زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہوگا	17
		4. اگر کج رو ہیں انجم، آسمان تیرا ہے یا میرا	20
		5. کیا عشق ایک زندگی مستعار کا	21
		6. سانسکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا	22
		7. مسلمان کے لبو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا	24
		8. مجھے آہ و فغان نیم شب کا پھر پیام آیا	25
		9. معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا	26
27	ب	10. یہ حوریان فرنگی، دل و نظر کا حجاب	28
		11. شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب	29
30	ت	12. رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات	31
32	ج	13. حیرت میں ہے صیاد، یہ شاہیں ہے کہ دُڑاج!	33
34	د	14. اثر کرے نہ کرے، سن تولے مری فریاد	35
		15. کیوں خوار ہیں مردان صفا کیش و ہنرمند	36
		16. کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد	37
		17. دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند	38
		18. غریب شہر ہوں میں، سن تولے مری فریاد	39
40	ر	19. پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر	41
		20. گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر	42
		21. دلوں کو مرکز مہر و وفا کر	43
		22. تو ابھی رہ گزر میں ہے، قید مقام سے گزر	44
		23. افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر	45

24. فطرت کو خرد کے روبرو کر 46
25. تیری متاعِ حیات، علم و ہنر کا سرور 47
26. زانگہتا ہے نہایت بد نما میں تیرے پر 48
27. آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر 49
28. آل عزم بلند آور آل سوز جگر آور 50
- ز ..... 51
29. ضمیر لالہ سے لعل سے ہو البریز 52
30. یہ کون غزل خواں ہے پر سوز و نشاط انگیز 53
- س ..... 54
31. عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثل ہوس 55
- ش ..... 56
32. کھونہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش! 57
33. جس کے پر تو سے منور رہی تیری شبِ دوش 58
- غ ..... 59
34. ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ 60
- ف ..... 61
35. میر سپاہِ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف 62
36. کمال جوش جنوں میں رہا میں گرم طواف 63
- ق ..... 64
37. ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق 65
- ک ..... 66
38. یہ دیر کہن کیا ہے، انبارِ خس و خاشاک 67
39. ہو اندہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک 68
40. فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک 69
41. دریا میں موتی، اے موج بے باک 70
42. تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجد کی خاک 71
43. محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک 72
- گ ..... 73
44. ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ 74
- ل ..... 75
45. خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل 76

77	..... م
46	عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
47	تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم
48	ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیش جہاں کا دوام
49	موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام
81	..... ن
82	.....
50	انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
51	جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
52	ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
53	سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
54	زندگی انسان کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
55	چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
56	مثال پر تو مے، طوف جام کرتے ہیں
57	کبھی اے حقیقت منتظر نظر لباس مجاز میں
58	میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
59	اپنی جولاں گاہ زیر آسمان سمجھاتا میں
60	وہ حرف راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
61	عالم آب و خاک و باد! سرعیاں ہے تو کہ میں
62	پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دامن
63	خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
64	عقل گو آستان سے دور نہیں
65	خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
66	خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
67	تو اے اسیر مکاں! لامکاں سے دور نہیں
68	لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں
69	نگاہ وہ ہے کہ محتاج مہر و ماہ نہیں
70	کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
103	..... و
104	.....
71	پھر باد بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو
72	مٹا دیا مرے ساتی نے عالم من و تو
73	ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہ نو
74	نگاہ پیر فلک میں نہ میں عزیز، نہ تو



75. یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روازو 108
76. لادینی و لاطینی، کس پیچ میں الجھا تو 109
77. گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لبو 110
- ..... 111
78. تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ 112
79. تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ 113
80. خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ 114
81. اعجاز ہے کسی کا یا گردش زمانہ! 115
82. یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ 116
83. گرم نغاں ہے جرس، اٹھ کہ گیا قافلہ 117
84. فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ 118
85. دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ 119
86. کیا چرخ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ 120
87. ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ 121
88. تمام عارف و عوامی خودی سے بیگانہ 122
89. ضمیر مغرب ہے تاجرانہ، ضمیر مشرق ہے راہبانہ 123
90. تصویر ہمارے دل پر خوں کی ہے لالہ 124
- ..... 125
91. گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ 126
92. قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ 126
- ..... 127
- ی/ے
93. نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی 128
94. عداوت ہے اسے سارے جہاں سے 128
95. لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے 129
96. ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی 130
97. کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے 131
98. مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرابھی چھوڑ دے 132
99. اسے ہے سودائے بچیہ کاری، مجھے سریر ہن نہیں ہے 133
100. اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی 134
101. قبضے سے امت بیجاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی 135
102. یہ سرود قمری و بلبل فریب گوش ہے 136
103. نالہ ہے بلبل شوریدہ تراخام ابھی 137

104. جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیر لبی رہی
105. پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
106. دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
107. لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
108. متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
109. وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
110. اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
111. امین راز ہے مردانِ حرکی درویشی
112. دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
113. پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
114. دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری
115. زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
116. کمال ترک نہیں آب و گل سے مجھوری
117. یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
118. نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
119. نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے
120. ہر شے مسافر، ہر چیز راہی
121. ہر چیز ہے محو خود نمائی
122. خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
123. جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
124. نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی
125. یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے وائے مجھوری!
126. مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
127. حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے
128. رہانہ حلقہ صوفی میں سوزِ مشتاقی
129. نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
130. گستاخ ہے، کرتا ہے فطرت کی حنا بندی
131. مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
132. تھا جہاں مدرسہ شیری و شاہنشاہی
133. نہ میں انجی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی
134. مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
135. شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری

136. بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی  
137. مشکل نہیں اے سالک رہ! علم فقیری  
138. قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی  
139. کہ امتیاز قبائل تمام تر خواری  
140. فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی  
141. نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری  
142. نہ کام آیا ملا کو علم کتابی  
143. بڑے معرے کے زندہ قوموں نے مارے  
144. چہ کا فرانہ قمارِ حیاتِ می بازی  
145. خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی

میں نے کبھی اپنے آپ کو ساعر نہیں سمجھا ....

فنِّ ساعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی، ہاں! بعض مقاصد خاص رکھنا ہو جائے تو حالات و روایات

کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مرو فروست

کہ برمن تہمتِ شعر و سخن بست

[جو کم مایہ شخص مجھ پر شعر و سخن کی تہمت لگائے، اس سے خیر کی امید نہ رکھنا!]

اقبال

الف

## کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا

کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا  
 جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں  
 کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر  
 ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا  
 دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے  
 حسنِ کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب  
 موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق!  
 تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدہٴ عبرت کہ گل  
 پرشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری  
 میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی

اور اسیرِ حلقہٴ دام ہوا کیونکر ہوا  
 مجھ کو یہ خلعتِ شرافت کا عطا کیونکر ہوا  
 کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیونکر ہوا  
 مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا  
 پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا  
 وہ جو تھا پردوں میں پنہاں، خود نما کیونکر ہوا  
 چارہ گر دیوانہ ہے، میں لا دوا کیونکر ہوا  
 ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا  
 ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا، کیونکر ہوا  
 کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا

## زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا  
 مری خموشی نہیں ہے، گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا  
 جو موجِ دریا لگی یہ کہنے، سفر سے قائم ہے شانِ میری  
 گھر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامانِ آبرو کا  
 نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے  
 ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکسِ سروِ کنار جو کا  
 کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا  
 الہی تیرا جہان کیا ہے نگار خانہ ہے آرزو کا  
 کھلا یہ مر کر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا  
 جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا  
 اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں  
 نگہ کو نظارے کی تمنا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا  
 چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا، اتنا بیدرد کیوں ہے انساں  
 تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا

ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا  
 حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیاں ہے رنگ و بو کا  
 تمام مضمون مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا  
 ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا  
 سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر  
 ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا  
 کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے  
 یقین ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا  
 گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجازِ رختِ سفر اٹھائے  
 ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا  
 جو گھر سے اقبال دور ہوں میں، تو ہوں نہ محزون عزیز میرے  
 مثالِ گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا



## زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہو گا

مارچ 1907ء

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ یار ہو گا  
 سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہو گا  
 گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے  
 بنے گا سارا جہان مے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہو گا  
 کبھی جو آوارہ جنوں تھے، وہ بستیوں میں پھر آ بسیں گے  
 برہنہ پائی وہی رہے گی مگر نیا خارزار ہو گا  
 سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر  
 جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا، پھر استوار ہو گا  
 نکل کے صحرا سے جس نے روم کی سلطنت کو الٹ دیا تھا  
 سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا  
 کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں  
 تو پیرِ میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے، خوار ہو گا

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکان نہیں ہے  
 کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہو گا  
 تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی  
 جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہو گا  
 سفینہٴ برگِ گل بنا لے گا قافلہٴ مورِ ناتواں کا  
 ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا  
 چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو  
 یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہو گا  
 جو ایک تھا اے نگاہ تو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا  
 یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہو گا  
 کہا جو قمری سے میں نے اک دن، یہاں کے آزاد پا بہ گل ہیں  
 تو غنچے کہنے لگے، ہمارے چمن کا یہ راز دار ہو گا  
 خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے  
 میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل! گناہ ہے جنبشِ نظر بھی  
 رہے گی کیا آبرو ہماری جو تو یہاں بے قرار ہو گا  
 میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو  
 شررِ فشاں ہوگی آہ میری، نفسِ مرا شعلہ بار ہو گا  
 نہیں ہے غیر از نمود کچھ بھی جو مدعا تیری زندگی کا  
 تو اک نفس میں جہاں سے مٹنا تجھے مثالِ شرار ہو گا  
 نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانا ابھی وہی کیفیت ہے اس کی  
 کہیں سرِ رہ گزار بیٹھا ستم کش انتظار ہو گا

## اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا	مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی	خطا کس کی ہے یا رب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟
اسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر	مجھے معلوم کیا، وہ رازِ داں تیرا ہے یا میرا؟
محمد بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا	مگر یہ حرفِ شیریں ترجمان تیرا ہے یا میرا؟
اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن	زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

## کیا عشق ایک زندگی مستعار کا

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا      کیا عشق پائدار سے ناپائدار کا  
 وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک      اس میں مزا نہیں تپش و انتظار کا  
 میری بساط کیا ہے، تب و تابِ یک نفس      شعلے سے بے محل ہے الجھنا شرار کا  
 کر پہلے مجھ کو زندگی جاوداں عطا      پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا  
 کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو  
 یا رب، وہ درد جس کی کسک لازوال ہو!

## سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا  
خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں  
نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے  
رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی  
خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں  
نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی  
بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے  
نہ ایراں میں رہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی  
یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے  
حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی  
ندا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے  
لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مئے 'لا' سے  
دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے  
اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی  
غلامی کیا ہے؟ ذوق حسن و زیبائی سے محرومی  
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر  
وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے

غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا  
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا  
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا  
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا  
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا  
تن آساں عرشوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولی!  
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا  
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسری  
گلیم بوزر و دلق اولیس و چادر زہرا!  
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا  
'گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بٹھا'☆  
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیانا 'لا'  
بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا  
ہنہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا  
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا  
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا  
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

☆ یہ مصرع حکیم سنائی کا ہے۔

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی  
 رہے ہیں، اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک  
 وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے  
 محبت خویشتن بنی، محبت خویشتن داری  
 عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نچیر ہو جائیں  
 وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے  
 نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر  
 سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ  
 مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختی خارا  
 مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا  
 جسے حق نے کیا ہو نیستائے کے واسطے پیدا  
 محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا  
 کہ برفتراکِ صاحبِ دولتے بستم سرِ خود را<sup>☆</sup>  
 غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا  
 وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی لیسیں، وہی طہ  
 ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

☆ یہ مصرع مرزا صاحب کا ہے جس میں ایک لفظی تغیر کیا گیا۔

## مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا

مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا  
 مروت حسنِ عالم گیر ہے مردانِ غازی کا  
 شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندانِ مکتب سے  
 سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا  
 بہت مدت کے ننھیروں کا اندازِ نگہ بدلا  
 کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا  
 قلندر جز دو حرفِ ”لا الہ“ کچھ بھی نہیں رکھتا  
 فقیہِ شہرِ قاروں ہے لغتِ ہائے حجازی کا  
 حدیثِ بادہ و مینا و جامِ آتی نہیں مجھ کو  
 نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا  
 کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی  
 کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا



## مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا  
 تھم اے رہو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا  
 ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی  
 کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغ بے نیام آیا  
 یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر  
 یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا  
 چل، اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے  
 وہ محفل اٹھ گئی جس دم تو مجھ تک دورِ جام آیا  
 دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا  
 یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا  
 اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں  
 بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا

معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دگرگوں

معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا

ہر سینے میں اک صبح قیامت ہے نمودار

افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا

کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی

اے پیرِ حرم تیری مناجاتِ سحر کیا

ممکن نہیں تخلیقِ خودی خالقوں سے

اس شعلہٴ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا!



## یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب  
 بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بہ رکاب  
 دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا  
 مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب  
 جہانِ صوت و صدا میں سما نہیں سکتی  
 لطیفہ ازلی ہے فغانِ چنگ و رباب  
 سکھا دیے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہ  
 فقیہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب  
 وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی  
 اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب  
 سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ ازاں میں نے  
 دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب  
 ہوائے قرطبہ! شاید یہ ہے اثر تیرا  
 مری نوا میں ہے سوز و سرورِ عہدِ شباب

## شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب

شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب  
 مقامِ شوق میں ہیں سب دل و نظر کے رقیب  
 میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا  
 مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب  
 اگرچہ میرے نشیمن کا کر رہا ہے طواف  
 مری نوا میں نہیں طائرِ چمن کا نصیب  
 سنا ہے میں نے سخنِ رس ہے ترکِ عثمانی  
 سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب  
 سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا  
 ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب!



## رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات

رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات  
 ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات  
 خود گیری و خود داری و گلبانگِ ”انا الحق“  
 آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات  
 محکوم ہو سالک تو یہی اس کا ”ہمہ اوست“  
 خود مردہ و خود مرقد و خود مرگِ مفاجات!

ج



حیرت میں ہے صیاد، یہ شاہیں ہے کہ دُرّاج!

دُرّاج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں

حیرت میں ہے صیاد، یہ شاہیں ہے کہ دُرّاج!

ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم

مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمود آج

فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشر پہ مجبور

وہ مردہ کہ تھا بانگِ سرافیل کا محتاج



## اثر کرے نہ کرے، سن تو لے مری فریاد

اثر کرے نہ کرے، سن تو لے مری فریاد  
 نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد  
 یہ مشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک  
 کرم ہے یا کہ ستم تیری لذتِ ایجاد!  
 ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمہ گل  
 یہی ہے فصلِ بہاری، یہی ہے بادِ مراد؟  
 قصور وار، غریب الدیار ہوں لیکن  
 ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد  
 مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے  
 وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد  
 خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں  
 وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد  
 مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں  
 انھی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

## کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنرمند

یا رب! یہ جہانِ گزراں خوب ہے لیکن  
گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ  
تو برگ گیا ہے ندہی اہل خرد را  
حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگوں  
احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر  
فردوس جو تیرا ہے، کسی نے نہیں دیکھا  
مدت سے ہے آوارہ افلاک مرا فکر  
فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی  
درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی  
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق  
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش  
مشکل ہے کہ اک بندہ حق بین و حق اندیش  
ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش  
پُر سوز و نظرباز و نکوین و کم آزار  
ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم  
چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبالؔ

کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنرمند  
دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو خداوند  
او کشت گل و لالہ بنخشہ بہ خرے چند  
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند  
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند  
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند\*  
کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند  
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند  
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند  
نئے ابلہ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند  
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند  
خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند  
میں بندہ مومن ہوں، نہیں دانہ اسپند  
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند  
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند!  
کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند!

\* مانند کا تلفظ ”مانند“ اور ”مائد“ دونوں طرح سے جائز ہے۔ یہاں قافیہ نبھانے کے لیے زبر کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ (شکیب)

## کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد  
 مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد  
 یہ مدرسہ، یہ جواں، یہ سرور و رعنائی  
 انھی کے دم سے ہے میخانہ فرنگ آباد  
 نہ فلسفی سے، نہ ملا سے ہے غرض مجھ کو  
 یہ دل کی موت، وہ اندیشہ نظر کا فساد  
 فقیہ شہر کی تحقیر! کیا مجال مری  
 مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کُشداد  
 خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز  
 خدا کی دین ہے سرمایہ غمِ فرہاد  
 کیے ہیں فاش رموزِ قلندری میں نے  
 کہ فکرِ مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد  
 رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم  
 عصا نہ ہو تو کلیسیا ہے کارِ بے بنیاد

دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند

سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر

دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند

گردش مہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے

دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقش بند

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتش چنار

ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند

## غریب شہر ہوں میں، سن تو لے مری فریاد

غریب شہر ہوں میں، سن تو لے مری فریاد  
 کہ تیرے سینے میں بھی ہوں قیامتیں آباد  
 مری نوائے غم آلود ہے متاعِ عزیز  
 جہاں میں عام نہیں دولتِ دلِ ناشاد  
 گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کورِ ذوقی سے  
 سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فرہاد  
 صدائے تیشہ کہ بر سنگ میخورد دگر است  
 خبر بگیر کہ آوازِ تیشہ و جگر است☆

☆ صدائے تیشہ الخ یہ شعر مرزا جانجاناں مظہر علیہ الرحمۃ کے مشہور بیاض خریطہ جواہر میں ہے۔





## پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر

پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر  
 چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر  
 تو جو بجلی ہے تو یہ چشمِ پنہاں کب تک  
 بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر  
 نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات  
 تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحا کر  
 کب تک طور پہ درپوزہ گری مثلِ کلیم  
 اپنی ہستی سے عیاں شعلہٴ سینائی کر  
 ہو تری خاک کے ہر ذرے سے تعمیرِ حرم  
 دل کو بیگانہ اندازِ کلیسائی کر  
 اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا  
 ناز بھی کر تو بہ اندازہٴ رعنائی کر  
 پہلے خود دار تو مانندِ سکندر ہو لے  
 پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر  
 مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلی اقبال!  
 کوئی دن اور ابھی بادیہٴ پیمائی کر

## گیسوائے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر

گیسوائے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر  
 ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر  
 عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں  
 یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر  
 تو ہے محیطِ بے کراں، میں ہوں ذرا سی آجوبو  
 یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر  
 میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گھر کی آبرو  
 میں ہوں خزف تو تو مجھے گوہر شاہوار کر  
 نغمہ نو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو  
 اس دم نیم سوز کو طائرِ بہار کر  
 باغِ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں  
 کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر  
 روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل  
 آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر

## دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر  
 حریمِ کبریا سے آشنا کر  
 جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے  
 اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

تو ابھی رہ گزر میں ہے، قیدِ مقام سے گزر

تو ابھی رہ گزر میں ہے، قیدِ مقام سے گزر

مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے

حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

گرچہ ہے دلکشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار

طارکِ بلندِ بال، دانہ و دام سے گزر

کوہِ شکافِ تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب

تنِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے گزر

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور

ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر!

## افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر  
 کرتے ہیں خطابِ آخر، اٹھتے ہیں حجابِ آخر  
 احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا  
 سوز و تب و تابِ اول، سوز و تب و تابِ آخر  
 میں تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیرِ امم کیا ہے  
 شمشیر و سناںِ اول، طاؤس و ربابِ آخر  
 میخانہِ یورپ کے دستورِ نرالے ہیں  
 لاتے ہیں سرورِ اول، دیتے ہیں شرابِ آخر  
 کیا دبدبہِ نادر، کیا شوکتِ تیموری  
 ہو جاتے ہیں سب دفترِ غرقِ مئے نابِ آخر  
 خلوت کی گھڑی گزری، جلوت کی گھڑی آئی  
 چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحابِ آخر  
 تھا ضبطِ بہت مشکل اس سیلِ معانی کا  
 کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتابِ آخر

## فطرت کو خرد کے روبرو کر

فطرت کو خرد کے روبرو کر  
 تنخیر مقام رنگ و بو کر  
 تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے  
 کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر  
 تاروں کی فضا ہے بیکراںہ  
 تو بھی یہ مقام آرزو کر  
 عریاں ہیں ترے چمن کی حوریں  
 چاک گل و لالہ کو رفو کر  
 بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت  
 جو اُس سے نہ ہو سکا، وہ تو کر!

تیری متاعِ حیات، علم و ہنر کا سرور

تیری متاعِ حیات، علم و ہنر کا سرور

میری متاعِ حیات ایک دلِ ناصبور!

معجزہ اہل فکر، فلسفہ پیچ پیچ

معجزہ اہل ذکر، موسیٰ و فرعون و طور

مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلمان تجھے

تیرے نفس میں نہیں، گرمیِ یومِ النشور

ایک زمانے سے ہے چاک گریباں مرا

تو ہے ابھی ہوش میں، میرے جنوں کا قصور

فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے

حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم

عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور

## زاغ کہتا ہے نہایت بد نما میں تیرے پر

زاغ کہتا ہے نہایت بد نما میں تیرے پر  
 شپرک کہتی ہے تجھ کو کور چشم و بے ہنر  
 لیکن اے شہباز! یہ مرغان صحرا کے اچھوت  
 ہیں فضائے نیلگوں کے پیچ و خم سے بے خبر  
 ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام  
 روح ہے جس کی دم پرواز سر تا پا نظر!



آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر  
 آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر  
 کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر  
 سینہ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزِ ناک  
 مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر  
 کہہ رہا ہے داستاں بیدردیِ ایام کی  
 کوہ کے دامن میں وہ غم خانہ دہقانِ پیر  
 آہ! یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ  
 ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور  
 آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور  
 شمشیرِ پدرِ خواہی بازوئے پدر آور



## ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز

ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز  
 اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز  
 بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی  
 کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز  
 پرانے ہیں یہ ستارے، فلک بھی فرسودہ  
 جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز  
 کسے خبر ہے کہ ہنگامہٴ نُشور ہے کیا  
 تری نگاہ کی گردش ہے میری رُستائیز  
 نہ چھین لذتِ آہِ سحر گہی مجھ سے  
 نہ کر نگہ سے تغافل کو التفاتِ آمیز  
 دلِ غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گل  
 صدائے مرغِ چمن ہے بہت نشاطِ انگیز  
 حدیثِ بے خبراں ہے، تو با زمانہ بساز  
 زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ ستیز

## یہ کون غزل خواں ہے پرسوز و نشاط انگیز

یہ کون غزل خواں ہے پرسوز و نشاط انگیز  
اندیشہ دانا کو کرتا ہے جنوں آمیز  
گو فقر بھی رکھتا ہے اندازِ ملوکانہ  
نا پختہ ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز  
اب حجرہ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی  
خونِ دل شیراں ہو جس فقر کی دستاویز  
اے حلقہ درویشاں! وہ مردِ خدا کیسا  
ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رُستاخیز  
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن  
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!  
کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا  
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز  
یوں دادِ سخن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس  
یہ کافرِ ہندی ہے بے تیغ و سناں خوں ریز

س

## عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس

عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس  
 پر شہباز سے ممکن نہیں پروازِ مگس  
 یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں  
 کہ نشیمن ہو عنادل پہ گراں مثلِ قفس  
 سفرِ آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ رحیل  
 ہے کہاں قافلہٴ موج کو پروائے جرس!  
 گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے  
 مردہ ہے، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس  
 پرورشِ دل کی اگر مدِّ نظر ہے تجھ کو  
 مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

ش



کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش!

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش!

اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام

مسجد و مکتب و میخانہ ہیں مدت سے خموش

میں نے پایا ہے اسے اشکِ سحر گاہی میں

جس دُرِ ناب سے خالی ہے صدف کی آغوش

نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں

چہرہ روشن ہو تو کیا حاجتِ گلگونہ فروش!

صاحبِ ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے

گا ہے گا ہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

جس کے پر تو سے منور رہی تیری شبِ دوش

جس کے پر تو سے منور رہی تیری شبِ دوش

پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغ خاموش

مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ

بندۂ حر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش

نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں

جو ہوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش

مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفلانہ طبیعت تیری

اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش!

غ

## ملے گا منزل مقصود کا اُسی کو سراغ

ملے گا منزل مقصود کا اُسی کو سراغ  
 اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ  
 میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو  
 نہیں ہے بندہ حر کے لیے جہاں میں فراغ  
 فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے  
 تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ 'مازاغ'  
 وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس  
 چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایانِ  
 کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا  
 صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

ف

میرِ سپاہِ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف  
 میرِ سپاہِ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف  
 آہ! وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف  
 تیرے محیط میں کہیں گوہرِ زندگی نہیں  
 ڈھونڈ چکا میں موجِ موج، دیکھ چکا صدفِ صدف  
 عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا  
 نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف  
 کھول کے کیا بیاں کروں برِ مقامِ مرگ و عشق  
 عشق ہے مرگِ با شرف، مرگِ حیات بے شرف  
 صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش  
 لاکھ حکیم سرِ بجیب، ایک کلیم سرِ بکف  
 مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی  
 اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ ”لَا تَخَفْ“  
 خپرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ  
 نرْمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

## کمالِ جوشِ جنوں میں رہا میں گرمِ طواف

کمالِ جوشِ جنوں میں رہا میں گرمِ طواف  
 خدا کا شکر، سلامت رہا حرم کا غلاف  
 یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے  
 کہ یک زباں ہیں فقیہانِ شہر میرے خلاف  
 تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور  
 ازل سے اہل خرد کا مقام ہے اعراف  
 ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب  
 گرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشف  
 سرور و سوز میں ناپائدار ہے، ورنہ  
 مئے فرنگ کا تہ جُرمہ بھی نہیں نا صاف

ق



## ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق  
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق  
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں  
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق  
علاجِ ضعف یقیناً ان سے ہو نہیں سکتا  
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق  
مریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب  
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق  
اُسی طلسمِ کہن میں اسیر ہے آدم  
بغل میں اس کی ہیں اب تک بُتانِ عہدِ عتیق  
مرے لیے تو ہے اقرار باللساں بھی بہت  
ہزار شکر کہ ملا ہیں صاحبِ تصدیق  
اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی  
نہ ہو تو مردِ مسلمان بھی کافر و زندیق

ک

یہ دیرِ کھن کیا ہے، انبارِ خس و خاشاک

یہ دیرِ کھن کیا ہے، انبارِ خس و خاشاک

مشکل ہے گزر اس میں بے نالہ آتش ناک

نخچرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی

لطفِ خلش پیکان، آسودگیِ فتراک

کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں

سمجھے گا نہ تو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک

اک شرعِ مسلمانی، اک جذبِ مسلمانی

ہے جذبِ مسلمانی سِرِّ فلک الافلاک

اے رہروِ فرزانه، بے جذبِ مسلمانی

نئے راہِ عمل پیدا نئے شاخِ یقینِ نم ناک

رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی

ہر شوق نہیں گستاخ، ہر جذب نہیں بے باک

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا

یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک!

## ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک

ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک  
 اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک  
 مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پرسوز  
 نصیبِ مدرسہ یا رب یہ آبِ آتش ناک  
 عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام  
 یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک  
 یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا  
 دماغِ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک  
 تو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے  
 وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک  
 زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ  
 کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک  
 جہاں تمام ہے میراثِ مردِ مومن کی  
 مرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

## فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک  
 رکھتی ہے مگر طاقتِ پرواز مری خاک  
 وہ خاک کہ ہے جس کا جنوں صیقلِ ادراک  
 وہ خاک کہ جبریل کی ہے جس سے قبا چاک  
 وہ خاک کہ پروائے نشیمن نہیں رکھتی  
 چنتی نہیں پہنائے چمن سے خس و خاشاک  
 اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو  
 کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق ☆ ناک

☆ غلط العوام تلفظ ”عرق“ پر جزم کے ساتھ، جو کہ غلط ہے۔ درست تلفظ ”عَرَق“ پر زبر کے ساتھ ہے جیسا کہ اقبال نے مذکورہ شعر میں باندھا ہے۔ (تکلیب)

## دریا میں موتی، اے موجِ بے باک

دریا میں موتی، اے موجِ بے باک  
 ساحل کی سوغات! خار و خس و خاک  
 میرے شرر میں بجلی کے جوہر  
 لیکن نیستیاں تیرا ہے نمِ ناک  
 تیرا زمانہ، تاثیر تیری  
 ناداں! یہ تاثیرِ افلاک  
 ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے  
 جس نے سے ہیں تقدیر کے چاک  
 کامل وہی ہے رندی کے فن میں  
 مستی ہے جس کی بے منتِ تاک  
 رکھتا ہے اب تک میخانہ شرق  
 وہ مے کہ جس سے روشن ہو ادراک  
 اہل نظر ہیں یورپ سے نومید  
 ان امتوں کے باطن نہیں پاک

## تیری چٹانوں میں ہے میرے اب و جد کی خاک

میرے کہستاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں  
 تیری چٹانوں میں ہے میرے اب و جد کی خاک  
 روزِ ازل سے ہے تو منزلِ شاہین و چرخ  
 لالہ و گل سے تھی، نغمہٴ بلبل سے پاک  
 تیرے خم و پیچ میں میری بہشتِ بریں  
 خاک تری عنبریں، آبِ ترا تابِ ناک  
 باز نہ ہوگا کبھی بندہٴ کبک و حمام  
 حَقِّ بدن کے لیے روح کو کر دوں ہلاک!  
 اے مرے فقرِ غیور! فیصلہ تیرا ہے کیا  
 خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک!

## محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک

آزاد کی رگ سخت ہے مانندِ رگِ سنگ  
 محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک  
 محکوم کا دل مردہ و افسردہ و نومید  
 آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب ناک  
 آزاد کی دولت دلِ روشن، نفسِ گرم  
 محکوم کا سرمایہ فقط دیدہٴ نم ناک  
 محکوم ہے بیگانہٴ اخلاص و مروت  
 ہر چند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک  
 ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہمدوش  
 وہ بندہٴ افلاک ہے، یہ خواجہٴ افلاک



گ

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان ☆ خوش آہنگ

دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے ننگ

چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسس

جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ

بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ!

---

☆ سلمان: مسعود سور سلیمان - غزنوی دور کا نامور ایرانی شاعر جو غالباً لاہور میں پیدا ہوا۔

ل

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل

اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں

کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

فریبِ خوردہٗ منزل ہے کارواںِ ورنہ

زیادہ راحتِ منزل سے ہے نشاطِ رحیل

نظر نہیں تو مرے حلقہٗ سخن میں نہ بیٹھ

کہ نکتہٗ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغِ اصیل

مجھے وہ درسِ فرنگ آج یاد آتے ہیں

کہاں حضور کی لذت، کہاں حجابِ دلیل!

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو

ترے لیے ہے مرا شعلہٗ نوا، قندیل

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمعیلؑ

م

## عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم  
 عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بہ دم  
 آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق  
 شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گا ہی کا نم  
 اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک  
 اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم  
 دل کی آزادی شہنشاہی، شکمِ سامانِ موت  
 فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم!  
 اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ، ملا سے نہ پوچھ  
 ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

## تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم  
 گزر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم  
 عقل عیار ہے، سو بھیس بنا لیتی ہے  
 عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم!  
 عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام  
 سب مسافر ہیں، بظاہر نظر آتے ہیں مقیم  
 ہے گراں سیرِ غمِ راحلہ و زاد سے تو  
 کوہ و دریا سے گزر سکتے ہیں مانندِ نسیم  
 مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ  
 ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

## ڈھونڈ رہا ہے فرنگِ عیشِ جہاں کا دوام

ڈھونڈ رہا ہے فرنگِ عیشِ جہاں کا دوام  
 وائے تمنائے خام، وائے تمنائے خام!  
 پیرِ حرم نے کہا سن کے مری روئداد  
 پختہ ہے تیری فغاں، اب نہ اسے دل میں تھام  
 تھا اَرنی گو☆ کلیم، میں اَرنی گو نہیں  
 اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام  
 گرچہ ہے افشائے راز، اہل نظر کی فغاں  
 ہو نہیں سکتا کبھی شیوہ رندانہ عام  
 حلقہ صوفی میں ذکر، بے نم و بے سوز و ساز  
 میں بھی رہا تشنہ کام، تو بھی رہا تشنہ کام  
 عشق تری انتہا، عشق مری انتہا  
 تو بھی ابھی ناتمام، میں بھی ابھی ناتمام  
 آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز  
 ورنہ ہے مال فقیر سلطنتِ روم و شام

☆ اَرنی گو = اَرنی کہنے والے (حضرت موسیٰ کلیم اللہ)۔ سورہ ۷۷، الاعراف: ۱۴۳ ”قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرَ اِلَيْكَ“ کی طرف اشارہ ہے۔ (خلیب آ)



## موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام

موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام  
 مکر و فن خواجگی کاش سمجھتا غلام!  
 شرع ملوکانہ میں جدتِ احکام دیکھ  
 صور کا غوغا حلال، حشر کی لذت حرام!  
 اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل  
 سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام!

ن

## انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں  
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں  
علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں  
جو تھے چھالوں میں کانٹے، نوکِ سوزن سے نکالے ہیں  
پھلا پھولا رہے یا رب! چمن میری امیدوں کا  
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں  
رلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی  
نرالا عشق ہے میرا، نرالے میرے نالے ہیں  
نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی  
نشین سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں  
نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے  
ٹھہر جا اے شرر، ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں  
امیدِ حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو  
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے، بھولے بھالے ہیں  
مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو  
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

## جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں  
 حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی  
 اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہ سائی سے  
 کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں  
 مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں  
 مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے  
 چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے  
 جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفسِ ان کی  
 تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی  
 نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو  
 ترستی ہے نگاہِ نا رسا جس کے نظارے کو  
 کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو  
 محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا  
 سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق  
 پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے 'ما عرفنا' پر  
 نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا  
 خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا  
 برا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا

وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں  
 مکاں نکلا ہمارے خانہ دل کے مکینوں میں  
 تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں  
 کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں  
 مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں  
 کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں  
 وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنیوں میں  
 الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں  
 نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں  
 یہ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں  
 وہ رونقِ انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں  
 کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں  
 یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آگینوں میں  
 بھلا اے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں  
 ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں  
 بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں  
 ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں  
 کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں

## ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں  
 مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں  
 ستم ہو کہ ہو وعدہ بے حجابی  
 کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں  
 یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو  
 کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں  
 ذرا سا تو دل ہوں، مگر شوخ اتنا  
 وہی لن ترانی☆ سنا چاہتا ہوں  
 کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہل محفل  
 چراغِ سحر ہوں، بجھا چاہتا ہوں  
 بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی  
 بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں

☆ سورہ ۷۷، الاعراف: ۱۴۳ ”لَنْ تَرَانِي“ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر باری تعالیٰ کی طرف سے جواب۔ (تکلیف)

## سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں  
 ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں  
 میں جی بھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی  
 جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں  
 علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست  
 وائے محرومی! خرف چہ لب ساحل ہوں میں  
 ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل  
 جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں  
 بزم ہستی! اپنی آرائش پہ تو نازاں نہ ہو  
 تو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہوں میں  
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو  
 آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

## زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں

زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں  
 دم ہوا کی موج ہے، رم کے سوا کچھ بھی نہیں  
 گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر  
 شمع بولی، گریہ غم کے سوا کچھ بھی نہیں  
 رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو  
 کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں  
 زائرانِ کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی  
 کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں!

## چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں  
 جھلک تیری ہُویدا چاند میں، سورج میں، تارے میں  
 بلندی آسمانوں میں، زمینوں میں تری پستی  
 روانی بحر میں، افتادگی تیری کنارے میں  
 شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی  
 چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں  
 جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے  
 شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں، ستارے میں  
 مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرہ اشکِ محبت نے  
 غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں  
 نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو  
 وہ سوداگر ہوں، میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں  
 سکوں نا آشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے  
 تڑپ کس دل کی یا رب چھپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں  
 صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں  
 تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھِ فرقت کے مارے میں



## مثال پر تو مے، طوفِ جام کرتے ہیں

مثال پر تو مے، طوفِ جام کرتے ہیں  
 خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری  
 نیا جہاں کوئی اے شمع ڈھونڈیے کہ یہاں  
 بھلی ہے ہم نفسو اس چمن میں خاموشی  
 غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی  
 بھلا نہجے گی تری ہم سے کیونکر اے واعظ!  
 الہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا!  
 میں ان کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں  
 ہرے رہو وطنِ مازنی کے میدانو!  
 جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نمازِ اقبال  
 یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں  
 شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں  
 ستم کش تپش ناتمام کرتے ہیں  
 کہ خوشنواؤں کو پابندِ دام کرتے ہیں  
 حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں  
 کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں  
 کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں  
 جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں  
 جہاز پر سے تمہیں ہم سلام کرتے ہیں  
 بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

## کبھی اے حقیقتِ منتظرِ نظرِ لباسِ مجاز میں

کبھی اے حقیقتِ منتظرِ نظرِ لباسِ مجاز میں  
 کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں  
 طربِ آشنائے خروش ہو، تو نوا ہے محرمِ گوش ہو  
 وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردہ ساز میں  
 تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ  
 کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں  
 دمِ طوفِ کریمِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن  
 نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں  
 نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی  
 مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں  
 نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں  
 نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں  
 جو میں سر بسجده ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا  
 ترا دل تو ہے صنمِ آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

## میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں

میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں  
 غلغلہ ہائے الاماں بت کدہٗ صفات میں  
 حور و فرشتہ ہیں اسیرِ میرے تخیلات میں  
 میری نگاہ سے خللِ تیری تجلیات میں  
 گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشِ بند  
 میری فغاں سے رُستخیزِ کعبہ و سومنات میں  
 گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود  
 گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں  
 تو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا  
 میں ہی تو ایک راز تھا سینہٗ کائنات میں!

## اپنی جولان گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں

اپنی جولان گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں  
 آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں  
 بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم  
 اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں  
 کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا  
 مہر و ماہ و مشتری کو ہم عنان سمجھا تھا میں  
 عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام  
 اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں  
 کہہ گئیں رازِ محبت پردہ داری ہائے شوق  
 تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں  
 تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردِ ناک  
 جس کو آوازِ رحیل کارواں سمجھا تھا میں

## وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں

خدا مجھے نفسِ جبریل دے تو کہوں  
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں  
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں  
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں  
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں  
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں  
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے اکن فیکوں<sup>☆</sup>  
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں  
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیجوں

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں  
ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا  
حیات کیا ہے، خیال و نظر کی مجذوبی  
عجب مزا ہے، مجھے لذتِ خودی دے کر  
ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق  
سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے  
یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید  
علاجِ آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا  
اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن

☆ عموماً اس شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لوگ ”کن فیکوں“ کے آخری نون غنہ کو نونِ ناطق سے بدل دیتے ہیں۔ جبکہ یہاں قافیہ کی قید کے سبب نون غنہ ہی لازم آتا ہے۔ (تکیب)

## عالمِ آب و خاک و باد! سرِّ عیاں ہے تو کہ میں

عالمِ آب و خاک و باد! سرِّ عیاں ہے تو کہ میں  
 وہ جو نظر سے ہے نہاں، اس کا جہاں ہے تو کہ میں  
 وہ شبِ درد و سوز و غم، کہتے ہیں زندگی جسے  
 اس کی سحر ہے تو کہ میں، اس کی ازاں ہے تو کہ میں  
 کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرم سیر  
 شانہ روزگار پر بار گراں ہے تو کہ میں  
 تو کفِ خاک و بے بصر، میں کفِ خاک و خود نگر  
 کشتِ وجود کے لیے آبِ رواں ہے تو کہ میں

## پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن      مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن  
 پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار      اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن  
 برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح      اور چمکتی ہے اُس موتی کو سورج کی کرن  
 حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے      ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟  
 اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی      تو اگر میرا نہیں بتا نہ بن، اپنا تو بن  
 من کی دنیا! من کی دنیا سوز و مستی، جذب و شوق      تن کی دنیا! تن کی دنیا سود و سودا، مکر و فن  
 من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں      تن کی دولت چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہے دھن  
 من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج      من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن  
 پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات      تو جھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا نہ تن

## خودی کی شوخی و تُندی میں کبر و ناز نہیں

خودی کی شوخی و تُندی میں کبر و ناز نہیں  
جو ناز ہو بھی تو بے لذتِ نیاز نہیں  
نگاہِ عشقِ دلِ زندہ کی تلاش میں ہے  
شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں  
مری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی  
کہ بانگِ صورِ سرافیلِ دلِ نواز نہیں  
سوالِ مے نہ کروں ساقیِ فرنگ سے میں  
کہ یہ طریقہٴ رندانِ پاک باز نہیں  
ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق  
سبب یہ ہے کہ محبتِ زمانہ ساز نہیں  
اک اضطرابِ مسلسل، غیاب ہو کہ حضور  
میں خود کہوں تو مری داستاں دراز نہیں  
اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم  
فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں



## عقل گو آستاں سے دور نہیں

عقل گو آستاں سے دور نہیں  
 دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب  
 علم میں بھی سرور ہے لیکن  
 کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں  
 اک جنوں ہے کہ با شعور بھی ہے  
 ناصبوری ہے زندگی دل کی  
 بے حضوری ہے تیری موت کا راز  
 ہر گھر نے صدف کو توڑ دیا  
 اَرنی میں بھی کہہ رہا ہوں، مگر

اس کی تقدیر میں حضور نہیں  
 آنکھ کا نور دل کا نور نہیں  
 یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں  
 ایک بھی صاحبِ سرور نہیں  
 اک جنوں ہے کہ با شعور نہیں  
 آہ وہ دل کہ ناصبور نہیں  
 زندہ ہو تو تو بے حضور نہیں  
 تو ہی آمادۂ ظہور نہیں  
 یہ حدیثِ کلیم و طور نہیں

## خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں  
 تو آج سے سمجھا اگر تو چارہ نہیں  
 طلسم گنبد گردوں کو توڑ سکتے ہیں  
 زجاج کی یہ عمارت ہے، سنگ خارہ نہیں  
 خودی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں  
 مگر یہ حوصلہ مرد ہیچ کارہ نہیں  
 ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے  
 کہ خاکِ زندہ ہے تو، تابع ستارہ نہیں  
 یہیں بہشت بھی ہے، حور و جبریل بھی ہے  
 تری نگہ میں ابھی شوخیِ نظارہ نہیں  
 مرے جنوں نے زمانے کو خوب پہچانا  
 وہ پیرہن مجھے بخشا کہ پارہ پارہ نہیں  
 غضب ہے، عین کرم میں بخیل ہے فطرت  
 کہ لعل ناب میں آتش تو ہے، شرارہ نہیں

## خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں  
 ترا علاجِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں  
 ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا  
 حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں  
 گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے ورنہ  
 گھر میں آبِ گھر کے سوا کچھ اور نہیں  
 رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل  
 حیاتِ سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں  
 عروسِ لالہ! مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب  
 کہ میں نسیمِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں  
 جسے کساد سمجھتے ہیں تاجرانِ فرنگ  
 وہ شے متاعِ ہنر کے سوا کچھ اور نہیں  
 بڑا کریم ہے اقبالِ بے نوا لیکن  
 عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

## تو اے اسیرِ مکاں! لامکاں سے دور نہیں

تو اے اسیرِ مکاں! لامکاں سے دور نہیں  
 وہ جلوہ گاہ ترے خاکِ داں سے دور نہیں  
 وہ مرغزار کہ بیمِ خزاں نہیں جس میں  
 غمیں نہ ہو کہ ترے آشیاں سے دور نہیں  
 یہ ہے خلاصہٴ علمِ قلندری کہ حیات  
 خدنگِ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں  
 فضا تری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے  
 قدم اٹھا، یہ مقامِ آسماں سے دور نہیں  
 کہے نہ راہ نما سے کہ چھوڑ دے مجھ کو  
 یہ بات راہِ نکتہ داں سے دور نہیں

## لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو  
 لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین  
 ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی  
 وہ مرد جس کا فقر خُزف کو کرے نگین  
 تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ  
 خالی رکھی ہے خامہ حق نے تری جبین  
 یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں  
 ہمت ہو پر کُشا تو حقیقت میں کچھ نہیں  
 بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں  
 زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں، زمیں!

نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مہر و ماہ نہیں  
 نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے  
 نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مہر و ماہ نہیں  
 فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن  
 قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں  
 کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے  
 علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں  
 اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری  
 ترے بدن میں اگر سوزِ 'لا الہ' نہیں  
 سنیں گے میری صدا خانزادگانِ کبیر؟  
 گلیم پوش ہوں میں صاحبِ کُلاہ نہیں!

## کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا  
 کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں  
 کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی  
 معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں  
 قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال  
 یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں  
 خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال  
 کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں  
 شکوہِ عید کا منکر نہیں ہوں میں، لیکن  
 قبولِ حق ہیں فقط مردِ حر کی تدبیریں  
 حکیمِ میری نواؤں کا راز کیا جانے  
 ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں





## پھر بادِ بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو

پھر بادِ بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو  
 غنچہ ہے اگر گل ہو، گل ہے تو گلستاں ہو  
 تو خاک کی مٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے  
 برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو  
 تو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری  
 کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو  
 کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لے تیری  
 تو نغمہِ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عریاں ہو  
 اے رہرو فرزانہ! رستے میں اگر تیرے  
 گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو  
 سماں کی محبت میں مضمحل ہے تنِ آسانی  
 مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ سماں ہو

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو  
 مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو  
 پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا ھو  
 نہ مے، نہ شعر، نہ ساقی، نہ شورِ چنگ و رباب  
 سکوتِ کوہ و لبِ جوئے و لالہ خود رو!  
 گدائے مے کدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ  
 پہنچ کے چشمہ حیواں پہ توڑتا ہے سبوا!  
 مرا سبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں  
 کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو  
 میں نو نیاز ہوں، مجھ سے حجاب ہی اولی  
 کہ دل سے بڑھ کے ہے میری نگاہ بے قابو  
 اگرچہ بحر کی موجوں میں ہے مقام اس کا  
 صفائے پاکی طینت سے ہے گہر کا وضو  
 جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے  
 نگاہِ شاعر رنگیں نوا میں ہے جادو

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہ نو

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہ نو

کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

نفس کے زور سے وہ غنچہ وا ہوا بھی تو کیا

جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی

کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

پنپ سکا نہ خیاباں میں لالہ دل سوز

کہ ساز گار نہیں یہ جہانِ گندُم و جو

رہے نہ ایک و غوری کے معرکے باقی

ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ خسرو☆

☆ مشہور صوفی شاعر امیر خسرو۔ غلط العوام تلفظ ”خسرو“۔ درست تلفظ بلحاظ قافیہ و لغت ”Khusrav“۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کا درست تلفظ سے آشنا ہونا کس قدر ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر اگر کوئی شاعر غلط تلفظ کے ساتھ کوئی لفظ شعر میں باندھے تو قاری اسے صحیح سمجھ بیٹھتا ہے، یوں غلط تلفظ کو فروغ ملتا ہے۔ (تکلیب آ)

## نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز، نہ تو

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام      نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز، نہ تو  
خودی میں ڈوب، زمانے سے ناامید نہ ہو      کہ اس کا زخم ہے درپردہ اہتمامِ رفو  
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا      اتر گیا جو ترے دل میں 'لاشریک' لہ'

## یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روارو

یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روارو  
اس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نو  
وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں  
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو  
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے  
اسبابِ ہنر کے لیے لازم ہے تگ و دو  
فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنر مند  
شام اس کی ہے مانندِ سحرِ صاحبِ پرتو  
وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برگت سے  
ٹپکے بدنِ مہر سے شبنم کی طرح ضو!

لا دینی و لاطینی، کس پیچ میں الجھا تو  
 لا دینی و لاطینی، کس پیچ میں الجھا تو  
 دارو ہے ضعیفوں کا 'لا غالب إلاّ هو'  
 صیادِ معانی کو یورپ سے ہے نومیدی  
 دلکش ہے فضا، لیکن بے نافہ تمام آہو  
 بے اشکِ سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل  
 یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو  
 صیاد ہے کافر کا، نخچیر ہے مومن کا  
 یہ دیر کہن یعنی بتخانہ رنگ و بو  
 اے شیخ، امیروں کو مسجد سے نکلوا دے  
 ہے ان کی نمازوں سے محرابِ ترش☆ ابرو

☆ ترش/ترش، دونوں تلفظ مستعمل ہیں۔ یہاں ترش (مضموم) استعمال ہوا ہے۔ (شکیب)

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو

تھرتھراتا ہے جہاں چار سوے و رنگ و بو

پاک ہوتا ہے ظن و تخمین سے انساں کا ضمیر

کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں

عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو

ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش

حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رو



## تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ  
 وہ ادبِ گہِ محبت، وہ نگہ کا تازیانہ  
 یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں  
 نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آذرانہ  
 نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشہ فراغت  
 یہ جہاں عجب جہاں ہے، نہ نفس نہ آشیانہ  
 رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی  
 کہ عجم کے مے کدوں میں نہ رہی مئےِ مغانہ  
 مرے ہم صغیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے  
 انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ  
 مرے خاک و خوں سے تونے یہ جہاں کیا ہے پیدا  
 صلہٴ شہید کیا ہے، تب و تابِ جاودانہ  
 تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں  
 نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایتِ زمانہ



## تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ

تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ  
 ترا گنہ کہ نخیلِ بلند کا ہے گناہ  
 گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا  
 کہاں سے آئے صدا 'لا الہ الا اللہ'  
 خودی میں گم ہے خدائی، تلاش کر غافل!  
 یہی ہے تیرے لیے اب صلاح کار کی راہ  
 حدیثِ دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ  
 خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ  
 برہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر  
 یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کُلاہ  
 نہ ہے ستارے کی گردش، نہ بازیِ افلاک  
 خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ  
 اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمِ ناک  
 نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

## خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ  
 سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ  
 نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیانہ  
 فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ  
 مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ  
 کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ  
 کلی کو دیکھ کہ ہے تشنہٴ نسیمِ سحر  
 اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ  
 کوئی بتائے مجھے یہ غیب ہے کہ حضور  
 سب آشنا ہیں یہاں، ایک میں ہوں بیگانہ  
 فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاؤں  
 مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ  
 مقامِ عقل سے آساں گزر گیا اقبال  
 مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!

ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ

تعمیرِ آشیاں سے میں نے یہ راز پایا

اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ

یہ بندگیِ خدائی، وہ بندگیِ گدائی

یا بندہِ خدا بن یا بندہِ زمانہ!

غافل نہ ہو خودی سے، کر اپنی پاسبانی

شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ

اے لا الہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں

گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے

کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

رازِ حرم سے شاید اقبالِ باخبر ہے

ہیں اس کی گفتگو کے اندازِ محرمانہ

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ

یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ!

یا سنجر و طغرل کا آئین جہاں گیری

یا مردِ قلندر کے اندازِ ملوکانہ!

یا حیرتِ فارابی یا تاب و تبِ رومی

یا فکرِ حکیمانہ یا جذبِ کلیمانہ!

یا عقل کی روباہی یا عشقِ یدِ الہی

یا حیۃِ افرنگی یا حملہِ ترکانہ!

یا شرعِ مسلمانی یا دیر کی دربانی

یا نعرۂ مستانہ، کعبہ ہو کہ بت خانہ!

مہری میں فقیری میں، شاہی میں غلامی میں

کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ زندانہ

گرم فغاں ہے جس، اٹھ کہ گیا قافلہ

گرم فغاں ہے جس، اٹھ کہ گیا قافلہ

وائے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ!

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور

تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد

سالک رہ، ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر

گردشِ دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ

تیرے نفس سے ہوئی آتش گل تیز تر

مرغِ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ

## فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ  
 فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ  
 علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد  
 فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ  
 علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم  
 علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ  
 فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر  
 فقر میں مستیِ ثواب، علم میں مستیِ گناہ  
 علم کا 'موجود' اور، فقر کا 'موجود' اور  
 اشہد ان لا الہ' اشہد ان لا الہ!  
 چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغِ خودی  
 ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ  
 دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو  
 تیری نگہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

## دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ  
 کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ  
 ترا بحر پر سکوں ہے، یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟  
 نہ نہنگ ہے، نہ طوفاں، نہ خرابی کنارہ!  
 تو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے  
 نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزہ ستارہ  
 ترے نیستاں میں ڈالا مرے نغمہ سحر نے  
 مری خاکِ پے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ  
 نظر آئے گا اسی کو یہ جہانِ دوش و فردا  
 جسے آگئی میسر مری شوخی نظارہ

کیا چرخِ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ

کیا چرخِ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ  
 سب راہرو ہیں واماندہ راہ  
 کڑکا سکندر بجلی کی مانند  
 تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ  
 نادر نے لوٹی دلی کی دولت  
 اک ضربِ شمشیر، افسانہ کوتاہ  
 افغان باقی، کُہسار باقی  
 الحکمُ للہ! الملکُ للہ!  
 حاجت سے مجبور مردانِ آزاد  
 کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ  
 محرمِ خودی سے جس دم ہوا فقر  
 تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!  
 قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش  
 جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ



## ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

جو عالم ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد  
 ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ  
 تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو  
 کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ  
 اُس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک!  
 ہے جس کے تصور میں فقط بزمِ شبانہ  
 لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازِ تجدید  
 مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

## تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ

تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ  
 کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ میخانہ  
 یہ راز ہم سے چھپایا ہے میر واعظ نے  
 کہ خود حرم ہے چراغِ حرم کا پروانہ  
 طلسمِ بے خبری، کافری و دیں داری  
 حدیثِ شیخ و برہمن فسوں و افسانہ  
 نصیبِ خطہ ہو یا رب وہ بندۂ درویش  
 کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ  
 چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک  
 گھر ہیں آپِ وُلر<sup>☆</sup> کے تمام یک دانہ

☆ وُلر جھیل Wular Lake، جموں و کشمیر میں واقع یہ جھیل ایشیاء کی سب سے بڑی فریش واٹر جھیلوں میں سے ایک ہے۔ (شکیب آ)

## ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ

ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ  
 وہاں دگرگوں ہے لُحظہ لُحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ  
 کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا بہ اندازِ مجرمانہ  
 سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ  
 حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی  
 انہیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگِ آستانہ  
 غلام قوموں کے علم و عرفاں کی ہے یہی رمزِ آشکارا  
 زمیں اگر تنگ ہے تو کیا ہے، فضائے گردوں ہے بے کرانہ  
 خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی  
 عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ  
 مری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کے صیاد کو رلایا  
 کہ ایسے پرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ

تصویر ہمارے دل پر خوں کی ہے لالہ

حاجت نہیں اے خطہ گل شرح و بیاں کی

تصویر ہمارے دل پر خوں کی ہے لالہ

تقدیر ہے اک نام مکافات عمل کا

دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ

سرما کی ہواؤں میں ہے عریاں بدن اس کا

دیتا ہے ہنر جس کا امیروں کو دوشالہ

امید نہ رکھ دولت دنیا سے وفا کی

رم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ



## گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ

گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ      ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ  
 آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ      دم دے نہ جائے ہستی ناپائدار دیکھ  
 مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں      تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ  
 کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر      ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

## قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ

گرچہ تو زندانی اسباب ہے      قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ  
 عقل کو تنقید سے فرصت نہیں      عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ  
 اے مسلمان! ہر گھڑی پیش نظر      آیہ 'لا یخلف' المیعاد' رکھ  
 یہ 'السان' العصر' کا پیغام ہے      'ان وعدہ اللہ حق' یاد رکھ☆

☆ ”لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ“ وہ (اللہ) وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ ”إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔  
 قرآن میں بیان کردہ اللہ کے وعدے ”تم ہی سر بلند ہو گے، بشرطیکہ تم مومن ہو“ کی طرف اشارہ ہے۔ (شکیب)

ی/ے

## نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی  
 تمہارے پیامی نے سب راز کھولا  
 مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی  
 خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی  
 تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی!  
 مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی  
 کش تیری اے شوقِ دیدار کیا تھی!  
 فسوں تھا کوئی، تیری گفتار کیا تھی  
 کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا

## عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب  
 کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انساں  
 وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے  
 ہم اپنی دردِ مندی کا فسانہ  
 لڑز جاتا ہے آوازِ اذال سے  
 عداوت ہے اسے سارے جہاں سے  
 کہاں جاتا ہے، آتا ہے کہاں سے  
 چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے  
 سنا کرتے ہیں اپنے راز داں سے  
 بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں



## لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے

لائوں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے  
 بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے  
 وائے ناکامی، فلک نے تاک کر توڑا اسے  
 میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے  
 آنکھ مل جاتی ہے ہفتاد و دو ملت سے تری  
 ایک پیانہ ترا سارے زمانے کے لیے  
 دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں  
 لوٹ جائے آسمان میرے مٹانے کے لیے  
 جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو  
 آہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے  
 پاس تھا ناکامی صیاد کا اے ہم صفر  
 ورنہ میں، اور اڑ کے آتا ایک دانے کے لیے!  
 اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت  
 آہ یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

## ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی  
منصور کو ہوا لبِ گویا پیام موت  
ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر  
میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حسن  
عذر آفرین جرمِ محبت ہے حسنِ دوست  
چھپتی نہیں ہے یہ نگہِ شوق ہم نشیں!  
اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم  
نظارے کو یہ جنبشِ مرگاں بھی بار ہے  
کھل جائیں، کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں

ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی  
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی  
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی  
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی  
محشر میں عذرِ تازہ نہ پیدا کرے کوئی  
پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی  
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی  
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی  
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

## کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے  
 بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ!  
 مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی  
 مدام گوش بہ دل رہ، یہ ساز ہے ایسا  
 کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے  
 سخن میں سوز، الہی کہاں سے آتا ہے  
 تمیزِ لالہ و گل سے ہے نالہ بلبلی  
 غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو  
 ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال  
 نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے  
 خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے  
 جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے  
 جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے  
 جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے  
 یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے  
 جہاں میں وا نہ کوئی چشم امتیاز کرے  
 کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے  
 اڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے

## مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے  
 واعظ! کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد  
 تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی  
 مانندِ خامہ تیری زباں پر ہے حرفِ غیر  
 لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق  
 شبنم کی طرح پھولوں پہ رو، اور چمن سے چل  
 ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا  
 سوداگری نہیں، یہ عبادتِ خدا کی ہے  
 اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل  
 جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیر پر مدار  
 شوخی سی ہے سوالِ مکرر میں اے کلیم!  
 واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں  
 نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے  
 دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے  
 رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے  
 بیگانہ شے پہ نازشِ بے جا بھی چھوڑ دے  
 بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے  
 اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے  
 بت خانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے  
 اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے  
 لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے  
 شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے  
 شرطِ رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے  
 اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

اسے ہے سودائے بخیہ کاری، مجھے سرِ پیر ہن نہیں ہے

ابھی عقلِ نجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے  
 اسے ہے سودائے بخیہ کاری، مجھے سرِ پیر ہن نہیں ہے  
 ملا محبت کا سوز مجھ کو تو بولے صبحِ ازل فرشتے  
 مثالِ شمعِ مزار ہے تو، تری کوئی انجمن نہیں ہے  
 یہاں کہاں ہم نفسِ میسر، یہ دیس نا آشنا ہے اے دل!  
 وہ چیز تو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخ کہن نہیں ہے  
 نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا  
 بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے  
 کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبی  
 نمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے  
 مدیرِ 'مخزن' سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہہ دے  
 جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں، انھیں مذاقِ سخن نہیں ہے

## اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

یوں تو اے بزمِ جہاں! دلکش تھے ہنگامے ترے  
 اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی  
 پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک  
 مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی  
 کس قدر اے اے! تجھے رسمِ حجاب آئی پسند  
 پردہ انگور سے نکلی تو میناؤں میں تھی  
 حسن کی تاثیر پر غالب نہ آ سکتا تھا علم  
 اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی  
 میں نے اے اقبال یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث  
 بات جو ہندوستان کے ماہِ سیماؤں میں تھی

## قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا  
 قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی  
 یہ موج پریشاں خاطر کو پیغام لب ساحل نے دیا  
 ہے دور وصالِ بحر ابھی، تو دریا میں گھبرا بھی گئی!  
 عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے  
 محمل جو گیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی لیلیٰ بھی گئی  
 کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی  
 آوارگی فطرت بھی گئی اور کشمکش دریا بھی گئی  
 نکلی تو لبِ اقبال سے ہے، کیا جانے کس کی ہے یہ صدا  
 پیغام سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

## یہ سرودِ قمری و بلبلِ فریبِ گوش ہے

یہ سرودِ قمری و بلبلِ فریبِ گوش ہے  
 باطنِ ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے  
 تیرے پیانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر  
 خندہ زن ساقی ہے، ساری انجمن بے ہوش ہے  
 دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں  
 جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے  
 آہ! دنیا دل سمجھتی ہے جسے، وہ دل نہیں  
 پہلوئے انساں میں اک ہنگامہ خاموش ہے  
 زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل  
 یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بارِ دوش ہے  
 جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے  
 آہ، اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہے



## نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی  
 اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی  
 پختہ ہوتی ہے اگر مصلحتِ اندیش ہو عقل  
 عشق ہو مصلحتِ اندیش تو ہے خام ابھی  
 بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق  
 عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی  
 عشقِ فرمودہٗ قاصد سے سبکِ گام عمل  
 عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی  
 شیوہٗ عشق ہے آزادی و دہرِ آشوبی  
 تو ہے زنجارِ بت خانہٗ ایام ابھی  
 عذر پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی  
 ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی  
 سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات  
 تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی  
 ابرِ نیساں! یہ تنکِ بخشیِ شبنم کب تک  
 مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی  
 بادہ گردانِ عجم وہ، عربی میری شراب  
 مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی  
 خبرِ اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم  
 نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیرِ لبی رہی

تہ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا      جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیرِ لبی رہی  
 ترا جلوہ کچھ بھی تسلی دلِ ناصبور نہ کر سکا      وہی گریہِ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی  
 نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دیرِ حرم رہے      نہ رہی کہیں اسدِ الہی، نہ کہیں ابولہبی رہی  
 مرا ساز اگرچہ ستم رسیدہ زخمہ ہائے عجم رہا      وہ شہیدِ ذوق وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

## پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے  
 جو مشکل اب ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ بن جائے  
 نہ کر دیں مجھ کو مجبورِ نوا فردوس میں حوریں  
 مرا سوزِ دروں پھر گرمی محفل نہ بن جائے  
 کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو  
 کھٹک سی ہے، جو سینے میں، غم منزل نہ بن جائے  
 بنایا عشق نے دریائے نا پیدا کراں مجھ کو  
 یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے  
 کہیں اس عالم بے رنگ و بو میں بھی طلب میری  
 وہی افسانہ دنبالہ محمل نہ بن جائے  
 عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں  
 کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

## دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی  
 دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رُستا خیز ہے ساقی  
 متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی  
 یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی  
 وہی دیرینہ بیماری، وہی نا مٹھمی دل کی  
 علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی  
 حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا  
 کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی  
 نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے  
 وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی  
 نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے  
 ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی  
 فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی  
 بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی

## لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی  
 ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!  
 تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند  
 اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی  
 مری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی  
 شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی  
 شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی  
 رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی  
 عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے  
 علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی  
 سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات  
 ہو نہ روشن، تو سخن مرگِ دوام اے ساقی  
 تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ  
 ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی!

## متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی  
 مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی  
 ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا، نہ وہ دنیا  
 یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی  
 حجابِ اکسیر ہے آوارہ کوئے محبت کو  
 میری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی  
 گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں  
 کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی  
 یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی  
 سکھائے کس نے اسمعیل کو آدابِ فرزندگی  
 زیارتِ گاہِ اہل عزم و ہمت ہے لحدِ میری  
 کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی  
 مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو  
 کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

## وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی  
 میرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نئے نوازی  
 میں کہاں ہوں تو کہاں ہے، یہ مکاں کہ لامکاں ہے؟  
 یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی  
 اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں  
 کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی  
 وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کر گسوں میں  
 اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی  
 نہ زباں کوئی غزل کی، نہ زباں سے باخبر میں  
 کوئی دلکشا صدا ہو، عجی ہو یا کہ تازی  
 نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا  
 یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی  
 کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے  
 کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

## اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی  
 ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی  
 اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری  
 میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی  
 اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک  
 تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی  
 ہو نقش اگر باطل، تکرار سے کیا حاصل  
 کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی؟  
 مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی  
 اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی!  
 تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں  
 ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی  
 تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے  
 دونوں کے صنم خاکی، دونوں کے صنم فانی



امین راز ہے مردانِ حر کی درویشی

امین راز ہے مردانِ حر کی درویشی  
 کہ جبریل سے ہے اس کو نسبتِ خویشی  
 کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے  
 فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی  
 نگاہ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں  
 نہ آہِ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی  
 طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا  
 ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیسی  
 وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے  
 یہ رنگ و نم، یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی

## دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے  
 پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے  
 ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں  
 غافل! تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے  
 وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن  
 پُرکار و سخن ساز ہے، نم ناک نہیں ہے  
 کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی  
 ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے  
 کب تک رہے محکومی انجم میں مری خاک  
 یا میں نہیں، یا گردشِ افلاک نہیں ہے  
 بجلی ہوں، نظر کوہ و بیاباں پہ ہے مری  
 میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے  
 عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث  
 مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

## پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی  
 تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی  
 کافر ہے مسلمان تو نہ شاہی نہ فقیری  
 مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی  
 کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا  
 مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی  
 کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیرِ مسلمان  
 مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الہی  
 میں نے تو کیا پردہٴ اسرار کو بھی چاک  
 دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

## دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری  
 مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری  
 دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک  
 نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری  
 مشامِ تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشانِ اس کا  
 ظن و تخمین سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری  
 اس اندیشے سے ضبطِ آہ میں کرتا رہوں کب تک  
 کہ مغِ زادے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری  
 خداوندِ یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں  
 کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری  
 مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی  
 کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری  
 تو اے مولائے یثرب! آپ میری چارہ سازی کر  
 مری دانش ہے افرنگی، مرا ایمان ہے زناری

## زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی  
 نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی  
 کہیں سرمایہ محفل تھی میری گرم گفتاری  
 کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی  
 زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!  
 طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی  
 جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو  
 جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی  
 سوادِ رومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے  
 وہی عبرت، وہی عظمت، وہی شانِ دل آویزی

## کمال ترک نہیں آب و گل سے مجھوری

کمال ترک نہیں آب و گل سے مجھوری  
 کمال ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری  
 میں ایسے فقر سے اے اہلِ حلقہ باز آیا  
 تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری  
 نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے  
 وہ قوم جس نے گنویا متاعِ تیموری  
 سنے نہ ساقیِ مہ و ش تو اور بھی اچھا  
 عیارِ گرمیِ صحبت ہے حرفِ معذوری  
 حکیم و عارف و صوفی، تمام مستِ ظہور  
 کسے خبر کہ تجلی ہے عینِ مستوری  
 وہ ملتفت ہوں تو کُنجِ قفس بھی آزادی  
 نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری  
 برا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے  
 فرنگِ دل کی خرابی، خرد کی معموری

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی  
 کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی  
 تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے  
 جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاهی  
 نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے  
 مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں نہ راہی  
 مرے حلقہٴ سخن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں  
 وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسم کج کُلاہی  
 یہ مُعاطلے ہیں نازک، جو تری رضا ہو تو کر  
 کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی  
 تو ہما کا ہے شکاری، ابھی ابتدا ہے تیری  
 نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی  
 تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا لا الہ الا  
 لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے

خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے!

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنھیں

خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر

کہ جانتا ہوں مالِ سکندری کیا ہے

کسے نہیں ہے تمنائے سروری، لیکن

خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے!

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری

وگر نہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!



## نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے  
 جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے  
 یہ عقل و دل ہیں شررِ شعلہٴ محبت کے  
 وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے  
 مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن  
 نہ سیرِ گل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے  
 رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک  
 ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے!  
 نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو  
 ترس گئے ہیں کسی مردِ راہِ داں کے لیے  
 نگہِ بلند، سخنِ دلِ نواز، جاںِ پرسوز  
 یہی ہے رختِ سفرِ میرِ کارواں کے لیے  
 ذرا سی بات تھی، اندیشہٴ عجم نے اسے  
 بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے  
 مرے گلوں میں ہے اک نغمہٴ جبرئیلِ آشوب  
 سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لیے

## ہر شے مسافر، ہر چیز راہی

ہر شے مسافر، ہر چیز راہی  
 کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی  
 تو مردِ میداں، تو میر لشکر  
 نوری حضوری تیرے سپاہی  
 کچھ قدر اپنی تو نے نہ جانی  
 یہ بے سوادى، یہ کم نگاہی!  
 دنیائے دوں کی کب تک غلامی  
 یا راہی کر یا پادشاہی  
 پیر حرم کو دیکھا ہے میں نے  
 کردار بے سوز، گفتار واہی

## ہر چیز ہے محو خود نمائی

ہر چیز ہے محو خود نمائی  
 ہر ذرہ شہید کبریائی  
 بے ذوق نمودِ زندگی، موت  
 تعمیرِ خودی میں ہے خدائی  
 رائی زورِ خودی سے پرہت  
 پرہتِ ضعفِ خودی سے رائی  
 تارے آوارہ و کم آمیز  
 تقدیرِ وجود ہے جدائی  
 یہ پچھلے پہر کا زرد رو چاند  
 بے راز و نیازِ آشنائی  
 تیری قندیل ہے ترا دل  
 تو آپ ہے اپنی روشنائی  
 اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں  
 باقی ہے نمودِ سییائی  
 ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا  
 کم کر گلہ برہنہ پائی

## خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے  
 کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں، میری انتہا کیا ہے  
 خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے  
 خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے  
 مقامِ گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیا گر ہوں  
 یہی سوزِ نفس ہے، اور میری کیمیا کیا ہے!  
 نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں  
 نہ پوچھ اے ہم نشیں مجھ سے وہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے  
 اگر ہوتا وہ مجذوبِ ☆ فرنگی اس زمانے میں  
 تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے  
 نوائے صبح گاہی نے جگرِ خوں کر دیا میرا  
 خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے، وہ خطا کیا ہے!

☆ جرمنی کا مشہور مجذوب فلسفی نطشہ جو اپنے قلبی واردات کا صحیح اندازہ نہ کر سکا اور اس لیے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط راستے پر ڈال دیا۔

## جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی  
 کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی  
 عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو  
 کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی  
 نومید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ!  
 کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی  
 اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی  
 جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی  
 دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیرِ اولی  
 ہو جس کی فقری میں بوئے اسدِ الہی  
 آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی  
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

## نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی  
 کہ میری زندگی کیا ہے، یہی طغیانِ مشتاقی  
 مجھے فطرتِ نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے  
 ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی  
 وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے  
 طلبِ صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساقی!  
 نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے  
 کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی  
 دلوں میں دلوں آفاق گیری کے نہیں اٹھتے  
 نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاق  
 خزاں میں بھی کب آ سکتا تھا میں صیاد کی زد میں  
 مری غماز تھی شاخِ نشیمن کی کم اور اراقی  
 الٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں  
 حقیقت ہے، نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

## یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے والے مجبوری!

یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے والے مجبوری!  
 صلہ ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری  
 یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے  
 وہ درویشی، کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری  
 کبھی حیرت، کبھی مستی، کبھی آہِ سحرگاہی  
 بدلتا ہے ہزاروں رنگِ میرا دردِ مہجوری  
 حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی  
 سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے، دوری  
 وہ اپنے حسن کی مستی سے ہیں مجبورِ پیدائی  
 مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسبابِ مستوری  
 کوئی تقدیر کی منطق سمجھ سکتا نہیں ورنہ  
 نہ تھے ترکانِ عثمانی سے کم ترکانِ تیموری  
 فقیرانِ حرم کے ہاتھ اقبال آگیا کیونکر  
 میسر میر و سلطان کو نہیں شاہینِ کافوری

## مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟  
 خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے؟  
 منزل راہرواں دور بھی، دشوار بھی ہے  
 کوئی اس قافلے میں قافلہ سالار بھی ہے؟  
 بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ دین و وطن  
 اس زمانے میں کوئی حیدرِ کرار بھی ہے؟  
 علم کی حد سے پرے، بندہٴ مومن کے لیے  
 لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے  
 پیر میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ  
 ست بنیاد بھی ہے، آئینہ دیوار بھی ہے!



حادثہ وہ جو ابھی پردہٴ افلاک میں ہے

حادثہ وہ جو ابھی پردہٴ افلاک میں ہے

عکس اس کا مرے آئینہٴ ادراک میں ہے

نہ ستارے میں ہے، نہ <sup>☆</sup> گردش افلاک میں ہے

تیری تقدیر مرے نالہٴ بے باک میں ہے

یا مری آہ میں کوئی شرر زندہ نہیں

یا ذرا نم ابھی تیرے خس و خاشاک میں ہے

کیا عجب میری نوا ہائے سحر گاہی سے

زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

توڑ ڈالے گی یہی خاک طلسمِ شب و روز

گرچہ ابھی ہوئی تقدیر کے پیچاک میں ہے

☆ یہ اور ایسے کئی مصرع واضح کرتے ہیں کہ ”نہ“ کو بجائے کوتاہ ہی باندھا جاتا ہے۔ بجائے بلند کے مقام پر ”ئے“ مستعمل ہے۔ (شکیب)

## رہا نہ حلقہ صوفی میں سوزِ مشتاقی

رہا نہ حلقہ صوفی میں سوزِ مشتاقی  
 فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی  
 خراب کوشک سلطان و خانقاہِ فقیر  
 فغاں کہ تخت و مصلیٰ کمالِ زراقی  
 کرے گی داویرِ محشر کو شرمسار اک روز  
 کتابِ صوفی و ملا کی سادہ اوراقی  
 نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی  
 سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی  
 مئےِ شبانہ کی مستی تو ہو چکی، لیکن  
 کھٹک رہا ہے دلوں میں کرشمہ ساقی  
 چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر  
 کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی  
 عزیز تر ہے متاعِ امیر و سلطان سے  
 وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز و برّاقی

## نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے  
 جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے  
 صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل  
 یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ ☆ میں ہے  
 وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا  
 یہ سنگ و خشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے  
 مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا  
 وہ مشیت خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے  
 خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے  
 فرنگ رہ گزر سیل بے پناہ میں ہے  
 تلاش اس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا  
 جہان تازہ مری آہ صبح گاہ میں ہے  
 مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب  
 نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

☆ اقبال نے لا الہ کے ”الہ“ کو یہاں ”الہ“ (فعول) باندھا ہے، لیکن دیگر کئی مقامات پر جہاں وزن اجازت نہیں دیتا، اسے ”الہ“ (فعو) بھی باندھا ہے۔ مثلاً

(۱) جہاں روشن ہے نورِ لا الہ سے (۲) اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں (۳) نگاہ چاہیے اسرارِ لا الہ کے لیے۔۔۔ وغیرہ!

بحیثیتِ شاعر آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ عموماً مذہبی اور خصوصاً قرآنی متن کو درست تلفظ کے ساتھ باندھا جائے۔ (تکلیف)

گستاخ ہے، کرتا ہے فطرت کی حنا بندی

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی

گستاخ ہے، کرتا ہے فطرت کی حنا بندی

خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی

رومی ہے نہ شامی ہے، کاشی نہ سمرقندی

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے

آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

## مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی  
 دیا ہے میں نے انھیں ذوقِ آتشِ آشنای  
 حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج  
 کہ تار تار ہوئے جامہ ہائے احرامی  
 حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری  
 بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی  
 مجھے یہ ڈر ہے مقام ہیں پختہ کار بہت  
 نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی  
 عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کر دیں  
 شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی  
 قبائے علم و ہنر لطفِ خاص ہے، ورنہ  
 تری نگاہ میں تھی میری ناخوش اندامی!

## تمہا جہاں مدرسہ شیری و شاہنشاہی

تھا جہاں مدرسہ شیری و شاہنشاہی  
 آج ان خالقہوں میں ہے فقط روباہی  
 نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں  
 وہ شبانی کہ ہے تمہید کلیم الہی  
 لذتِ نغمہ کہاں مرغِ خوش الحان کے لیے  
 آہ، اس باغ میں کرتا ہے نفسِ کوتاہی  
 ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک  
 ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی  
 صفتِ برق چمکتا ہے مرا فکرِ بلند  
 کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمتِ شب میں راہی

نہ میں اعجمی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی

نہ میں اعجمی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی  
 کہ خودی سے میں نے سیکھی دوجہاں سے بے نیازی  
 تو مری نظر میں کافر، میں تری نظر میں کافر  
 ترا دیں نفسِ شہری، مرا دیں نفسِ گدازی  
 تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت  
 کہ موافقِ تذرواں نہیں دینِ شاہبازی  
 ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا  
 کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسمِ کارسازی  
 نہ جدا رہے نوا گر تب و تابِ زندگی سے  
 کہ ہلاکی امم ہے یہ طریقِ نوازی

## مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی  
 مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے  
 تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا  
 عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے  
 وہی شراب، وہی ہاے و ہُو رہے باقی  
 طریق ساقی و رسم کدو بدل جائے  
 تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری  
 مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے!



## شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا  
 شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری  
 اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر  
 اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری  
 عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز  
 کہ نیتاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری  
 خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی  
 کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری  
 نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو  
 یہ بے گُلاہ ہے سرمایہٴ کلہ داری

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی

بازو ہے قوی جس کا، وہ عشقِ یُدِ الہی

جو سختی منزل کو سامانِ سفر سمجھے

اے وائے تن آسانی ! ناپید ہے وہ راہی

وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی!

کھسار کی خلوت ہے تعلیمِ خود آگاہی

دنیا ہے روایاتی، عُقبیٰ ہے مناجاتی

در باز دو عالم را، این است شہنشاہی!

مشکل نہیں اے سالکِ رہ ! علم فقیری

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد

مشکل نہیں اے سالکِ رہ ! علم فقیری

فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق

پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری

خود دار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الہی

ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیدِ امیری

افرنگ ز خود بے خبرت کرد و گرنہ

اے بندۂ مومن! تو بشیری، تو نذیری!

## قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی  
 ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے، خدائی!  
 جو فقر ہوا تلخیِ دوراں کا گلہ مند  
 اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی  
 اس دور میں بھی مردِ خدا کو ہے میسر  
 جو معجزہ پر بت کو بنا سکتا ہے رائی  
 درِ معرکہ بے سوزِ تو ذوقِ نتواں یافت  
 اے بندۂ مومن تو کجائی، تو کجائی  
 خورشید! سرا پردۂ مشرق سے نکل کر  
 پہنا مرے کُہسار کو ملبوسِ حنائی

## کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے  
 کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری  
 عزیز ہے انھیں نامِ وزیری و محسود  
 ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری  
 ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی  
 کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زُناری  
 وہی حرم ہے، وہی اعتبارِ لات و منات  
 خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری!

## فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی  
یا بندہ صحرائی یا مردِ کہستانی  
دنیا میں محاسب ہے تہذیبِ فسوں گر کا  
ہے اس کی فقیری میں سرمایہ سلطانی  
یہ حسن و لطافت کیوں؟ وہ قوت و شوکت کیوں  
بلبل چمنستانی، شہباز بیابانی!  
اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا، لیکن  
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی  
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا  
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی

## نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری  
 کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری  
 ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی  
 یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری  
 شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو  
 کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری  
 چہ بے پروا گذشتند از نوائے صبحِ گاہِ من  
 کہ بُرد آں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری!

## نہ کام آیا ملا کو علم کتابی

کھلا جب چمن میں کتب خانہ گل  
 نہ کام آیا ملا کو علم کتابی  
 متانت شکن تھی ہوئے بہاراں  
 غزل خواں ہوا پیرک اندرابی  
 کہا لالہ آتشیں پیرہن نے  
 کہ اسرارِ جاں کی ہوں میں بے حجابی  
 سمجھتا ہے جو موت خوابِ لحد کو  
 نہاں اس کی تعمیر میں ہے خرابی  
 نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا  
 نہیں زندگی مستی و نیم خوابی  
 حیات است در آتش خود تمییدن  
 خوش آں دم کہ ایں نکتہ را بازیابی  
 اگرز آتش دل شرارے بگیری  
 توں کرد زیرِ فلک آفتابی



بڑے معر کے زندہ قوموں نے مارے

دگرگوں جہاں ان کے زورِ عمل سے

بڑے معر کے زندہ قوموں نے مارے

منحجم کی تقویم فردا ہے باطل

گرے آسماں سے پرانے ستارے

ضمیرِ جہاں اس قدر آتشیں ہے

کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے

زمین کو فراغت نہیں زلزلوں سے

نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے

ہمالہ کے چشمے ابلتے ہیں کب تک

خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے!

## چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی

چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی  
 کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی  
 دگر بدرسہ ہائے حرم نمی بینم  
 دل جنید و نگاہ غزالی و رازی  
 بحکم مفتی اعظم کہ فطرتِ ازلیست  
 بدین صعوہ حرام است کارِ شہبازی  
 ہماں فقیہ ازل گفت جُڑہ شاہیں را  
 بآسماں گروی با زمیں نہ پروازی  
 منم کہ توبہ نہ کردم ز فاش گوئی ہا  
 ز بیمِ ایں کہ بسلاطین کنند غمازی  
 بدست ما نہ سمرقند و نے بخارا ایست  
 دعا بگو ز فقیراں بہ ترکِ شیرازی

خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی

خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی

حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پر زہ پوشی

## کیا آپ مصنف ہیں؟

اپنی کتاب سر بکف پبلیکیشنز سے مفت شائع کرائیں!\*

آپ کے لکھنے کی صلاحیت ایک نعمت ہے...

اور یہ نعمت... قوم کی امانت ہے...

اگر آپ کسی کتاب کے مصنف ہیں یا آپ نے کوئی تحریر لکھ رکھی ہے جسے آپ قارئین تک پہنچانے کے خواہش مند ہیں۔۔۔ تو اس تحریر کا متن یونیکوڈ فارمیٹ (ایم ایس ورڈ M.S. Word) میں یا ان پیج فائل میں ہمیں فراہم کریں، ان شاء اللہ ”سر بکف پبلیکیشنز“ آپ کی کتاب کو پروفیشنل پی ڈی ایف کی شکل میں پبلش کر کے فراہم کرے گا۔ علاوہ ازیں آپ کی کتاب سر بکف کے بلاگ، فیس بک پیج وغیرہ اور وسائل و ذرائع کے توسط سے عوام تک پہنچے گی۔

عمومی معاوضہ ۱۰۰ صفحات تک کی کتب کے لیے: 5 USD (پانچ امریکی ڈالر یا ۳۴۰ ہندوستانی روپے)

سرورق Cover page (کتاب کے ساتھ): 1.5 USD (۱۰۰ ہندوستانی روپے)

سرورق (علیحدہ سے): 2 USD (۱۳۵ ہندوستانی روپے)

\* شرائط:

- ۱۔ تحریر کم از کم بیس صفحات پر محیط ہونی چاہیے جسے بطور کتابچہ پیش کیا جاسکے۔
- ۲۔ کتاب کا مضمون تخلیقی ہونا چاہیے۔ اسلام اور ردِّ فرق ضالہ و باطلہ کے علاوہ تاریخ و سوانح، سبق آموز کہانیاں یا ناول وغیرہ بھی قابل قبول ہوں گے۔ ہر صنفِ سخن قبول ہوگی بشرطیکہ مضمون دعوتی، تعمیری اور قوم کی فلاح پر مبنی ہو۔ فحش یا وقت کے ضیاع والی تحاریر رد کر دی جائیں گی۔ کتاب کے رد و قبول کے تمام اختیارات ہماری ٹیم کو حاصل ہیں جن کی جانب سے کیا گیا فیصلہ آخری ہوگا۔
- ۳۔ آپ کی کتاب کا کسی خاص زبان میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اردو کے علاوہ عربی، انگریزی، ہندی، مراٹھی اور دیگر زبانوں میں بھی دے سکتے ہیں۔ رومن اردو میں بھی کتاب دی جاسکتی ہے لیکن بہتر ہوگا کہ اسے اردو ہی میں شائع کرائیں۔
- ۴۔ ہر کتاب کی طرح آپ کی کتاب کے سرورق پر ”سر بکف پبلیکیشنز“ لکھا ہوا ہوگا۔ کتاب کے آخر میں دوسری کتب کے اشتہارات یا ادارہ کی جانب سے نوٹس وغیرہ شامل ہوں گے۔ کتاب کے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی اشتہار شامل نہیں کیا جائے گا۔

بلا معاوضہ اشاعت کے بارے میں:

۵۔ دینی کتابچوں یا کتابوں کو ”مفت“ پبلش کیا جائے گا۔ چونکہ یہ کام مکمل رضا کارانہ طور پر فی سبیل اللہ انجام دیا جائے گا، اس لیے کسی مقررہ وقت پر کتاب کی تکمیل کا وعدہ نہیں کیا جائے گا۔ ہماری ٹیم رضا کارانہ طور پر اپنے اوقات کی سہولت کے مطابق جلد از جلد کتاب تکمیل تک پہنچانے کی مکمل کوشش کرے گی۔ البتہ فیس کے ساتھ آپ وقت کی قید لگا سکیں گے۔

۶۔ بحیثیت بشر ہماری ٹیم سے خطا کا ہونا بعید از امکان نہیں ہے، چنانچہ کسی غلطی کی نشاندہی و دیگر ضروری امور کے لیے طے شدہ ممبر سے ای میل یا فون کے ذریعے گفت و شنید انتہائی نرم خوئی کے ساتھ کی جائے گی۔

۷۔ سربکف کے ذریعے بلا معاوضہ شائع شدہ آپ کی برقی کتاب کو قیمتاً فروخت نہیں کیا جاسکے گا، یہ اللہ کے بندوں کے لیے مفت میں دستیاب ہوگی۔ اگر آپ برقی کتب کو بلا اجازت قیمتاً فروخت کرتے ہوئے پائے گئے تو آپ کا یہ عمل اخلاقی، شرعی اور قانونی جرم ہوگا۔ اس صورت میں دیگر کاروائیوں کے علاوہ آپ سے آئندہ ادارہ کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

۸۔ مفت پبلش کی صورت میں سرورق کا ڈیزائن مقرر رہے گا۔ اگر آپ سرورق خود ڈیزائن کرتے ہیں تو اس صورت میں ”سربکف پبلیکیشنز“ نمایاں حروف میں لازمی لکھنا ہوگا اور سرورق کی تصویر Image File ہمیں ارسال کرنی ہوگی۔

۹۔ کسی کو فوقیت نہ دیتے ہوئے ”پہلے آئے پہلے پائے“ کے مطابق سہولت فراہم کی جائے گی۔

۱۰۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے الفاظ قارئین تک کتاب، آڈیو، ویڈیو کی شکل میں پہنچنے چاہئیں، تو دیر نہ کریں! سربکف گروپ کے ای میل پر ایک تفصیلی پیغام ارسال کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے لکھنے کی صلاحیت ایک نعمت ہے، اور یہ نعمت قوم کی امانت ہے!

ادارہ

**سربکف پبلیکیشنز**

Sarbakaf.com

--- تمت بالخیر ---

غزلیاتِ اقبال: فقیر شکیب احمد (مرتب)

کل صفحات: ۱۸۲

(Including Front & Back Cover)

Ghazaliyaat-e-Iqbal: Alif Bai Tarteef Se - Shakeeb Ahmad

Published By: Sarbakaf Publication

# غزلیاتِ اقبال۔ الف بائی ترتیب سے

مرتب: شکیب احمد

اس نسخہ کی خصوصیات

- صرف غزلوں کا مجموعہ
- الف بائی ترتیب
- ثقیل الفاظ کے تلفظ کے لیے اعراب کی خصوصی رعایت
- ٹائپنگ کی اغلاط کا صفایا
- شعراء حضرات کے لیے خصوصی فٹ نوٹس

## SARBAKAF PUBLICATIONS

Sarbakaf.com

Email: SarbakafGroup@gmail.com